ڈاکٹر دلشاد بیگم *

جھوٹی شہادت پر وعید اور سزا

جھوٹی شہادت:

شہادت کی اہمیت کے پیش نظر اللہ اور رسول ﷺ نے جھوٹی گواہی دینے سے سختی سے منع فرمایا ہے اور جھوٹی گواہی کو گناہ کبیرہ میں شمار کیا گیا۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

واجتنبوا قول الزور (سورۃ الحج۔ ۲۲/۱۰)

ترجمہ: جھوٹی گواہی دینے سے پرہیز کرو۔

ایک مقام پر اللہ تعالیٰ نے مومنوں کی پہچان بتلاتے ہوئے ارشاد فرمایا:

والذین لایشھدون الزور ۔[۱] (سورۃ الفرقان ۲۵/۷۲)

ترجمہ: اور وہ لوگ جھوٹی گواہی نہیں دیتے۔

صحیح مسلم کے حوالے سے روایت ہے:

وعن النبی قال: قال رسول اللہ: الکبائر الاشراک باللہ وعقوق الوالدین وقتل النفس والیمین الغموس وفی رویۃ وشھادۃ الزور[۲]

ترجمہ: حضور ﷺ نے ایک مرتبہ کبیرہ گناہوں کا ذکر فرمایا آپ ﷺ سے کبیرہ گناہوں کے بارے میں دریافت کیا گیا تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ کے ساتھ شرک کرنا (ناحق) کسی کو قتل کرنا، والدین کی نافرمانی کرنا، اسکے بعد آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ کیا تمہیں سب سے بڑے کبیرہ گناہ کے بارے میں نہ بتلاؤں؟ آپ ﷺ نے فرمایا، جھوٹ بولنا، یا جھوٹی شہادت دینا (راوی) شعبۃ کا بیان ہے کہ میرا غالب گمان یہ ہے کہ آپ ﷺ کی مراد ''جھوٹی شہادت'' سے تھی۔

قال رسول صلوۃ الصبح فلما انثرف قام قائما فقال عدلت شھادۃ الزور بالا شراک باللہ ثلاث مرات ثم قراء (فاجتنبوا الرجس من الاوثان واجتنبوا قول الزور) حنفا اللہ غیر مشرکین بہ)[۳]

---

* پرنسپل گورنمنٹ ڈگری گرلز کالج، پشاور

ترجمہ: حضور ﷺ نے صبح کی نماز پڑھائی اور جب لوگوں کی طرف رخ پھیرا تو بیٹھے رہنے کی بجائے آپ ﷺ سیدھے کھڑے ہو گئے اور تین بار ارشاد فرمایا جھوٹی گواہی دینا اور شرک کرنا دونوں برابر کے گناہ ہیں۔ پھر آپ ﷺ نے یہ آیت پڑھی ''تم ناپاکی سے دور رہو اور جھوٹی بات کہنے سے دور رہو اور خدا کے لئے نیکوکار ہو جاؤ یعنی شرک چھوڑ کر توحید اختیار کرو۔''

قال رسول اللہ ﷺ: لن تزول قدما شاهد الزور حتى يوجب الله له النار (۴)

ترجمہ۔ رسول اللہ نے فرمایا: جھوٹے گواہ کے قدم اس وقت تک اپنی جگہ سے نہیں ہٹیں گے جب تک اللہ تعالیٰ اس کے لئے جہنم کو واجب نہ کر دے''

جھوٹی شہادت جس پر اتنی وعید آئی ہے اور جو اللہ اور اس کے رسول ﷺ کو سخت ناپسندیدہ ہے اس لئے کہ جھوٹی شہادت معاشرے کے نظام کو بگاڑتی ہے اور فساد اور بدامنی کا باعث بنتی ہے، شہادت زور (جھوٹی شہادت) کے ثبوت کے لئے ضروری ہے کہ شاہد کا تعمد ثابت ہو۔ مثلاً شاہد خود اقرار کرے کہ عمداً جھوٹی شہادت دی تھی، یا یہ جانتے ہوئے کہ مشہود علیہ اس وقت عراق میں تھا وہ یہ شہادت دے کہ وہ شام میں تھا یا کسی عام آدمی کے ساتھ قتل ہونے کی شہادت دے، حالانکہ وہ زندہ ہو یا یہ کہے کہ یہ مویشی مشہود علیہ کے ہاتھ میں تین سال سے ہے حالانکہ مویشی کی عمر ہی دو سال ہو یا شہادت دے کہ فلاں مشہود علیہ نے یہ کام کیا تھا۔

درآں حالیکہ اس وقت مشہود علیہ مر چکا تھا، یا اس وقت وہ پیدا ہی نہیں ہوا تھا یا اسی طرح کی ایسی باتیں جن سے گواہ کا جھوٹا ہونا یقینی طور پر ثابت ہوتا ہو۔ ساتھ یہ بھی ثابت ہو رہا ہو کہ گواہ نے عمداً اس قسم کی جھوٹی شہادت دی (۵)

شیخ الاسلام نے اس میں اتنا اضافہ کیا ہے کہ اگر اس قسم کے امور میں گواہ یہ کہے کہ ''میں نے غلطی سے اس قسم کی شہادت دے دی تھی یا یہ کہے کہ میں نے تو اپنے ظن غالب کی بناء پر اس قسم کی شہادت دے دی تھی تو اس سے کہا جائے گا کہ اسی کا نام تو جھوٹی شہادت ہے کہ تم نے بغیر علم قطعی کے شہادت دی اور اس کو جھوٹا قرار دیا جائے گا'' (۶)

اگر دو شہادتوں کے درمیان تعارض ہو جائے یا گواہ کا فسق ظاہر ہو جائے یا شہادت دینے میں شاہد سے کوئی ایسی غلطی سرزد ہو جائے جس کے باعث شہادت رد کر دی جائے۔ (۷)

اگر شہادت دعویٰ کے خلاف ہونے کی وجہ سے رد کر دی جائے تو اسے شہادت زور نہیں کہا جائے گا۔ (۸)

اس سلسلے میں امام شافعیؒ کا مسلک بھی یہی ہے: ويثبت انه شاهد زور من ثلاث اوجه احدها ان يقر انه شاهد زور لاثاني ان تقوم البينة انه شاهد زور والثالث ان يشهد بما يقطع بكذبه بانشهد على رجل انه قتل اوزنى في وقت معين في موضوع معين والمشهود عليه في ذلك الوقت كان في بلد اخر واما اذا شهد بشئ اخطافيه لم يكن

شاھد زور لانہ لم یقصد الکذب۔ (۹)

ترجمہ: یہ بات کہ گواہ جھوٹا ہے تین طرح سے ثابت ہو سکتی ہے، ایک تو یہ کہ گواہ خود اقرار کرے کہ اس نے جھوٹی شہادت دی۔ دوسرے یہ کہ اس کے جھوٹے گواہ ہونے کا قابل وثوق ثبوت مل جائے۔ تیسرا یہ کہ یقینی طور پر اس کا کذب ثابت ہو جائے۔ مثلاً وہ کسی کے خلاف گواہی دے کہ اس نے فلاں معین وقت میں معین جگہ پر قتل یا زنا کیا، حالانکہ اس وقت مشہود علیہ کسی دوسرے شہر میں تھا۔ البتہ اگر اس نے اپنی شہادت میں کوئی غلطی کر دی تو محض اس غلطی کی وجہ سے اسے "شاھد زور" نہیں کہا جائے گا اس لئے کہ اس نے عمداً جھوٹی گواہی نہیں دی تھی"

ہمارا معاشرہ اخلاقی اعتبار سے جتنا پست ہو چکا ہے وہ کوئی ڈھکی چھپی بات نہیں ہے، معمولی فائدے کی خاطر جھوٹی شہادت دے کر کسی بے قصور کو پھنسا دینا اور کسی قصوروار کو بچا لینا روزانہ کا معمول بن چکا ہے، ان حالات میں اسلامی قوانین اور حدود کے نفاذ کے بعد ملک کے عوام بالعموم اور قانون داں طبقہ بالخصوص سخت الجھن میں گرفتار ہے کیونکہ پہلے کے مقابلے میں اسلامی حدود سخت ہیں لہٰذا لوگوں کے دلوں میں بجا طور پر یہ اندیشہ پیدا ہو رہا ہے، کہ اگر شہادتوں کا یہی معیار رہا جو اس وقت ہمارے ہاں رائج ہے تو یہ بات خارج از امکان نہیں کہ قصوروار بچ نکلیں اور بے قصوروں کے ہاتھ کٹ جائیں۔ دوسری بات یہ ہے کہ عرصہ دراز سے مغرب کا نہایت ژولیدہ و پیچیدہ عدالتی نظام ہمارے ملک میں قائم ہے اس نے جہاں اور بہت سی دشواریاں اور تاخیر انصاف کے راستے پیدا کر دیئے ہیں وہاں ایسی صورت حال کو بھی جنم دیا ہے، جس میں مجبوراً گواہوں کو جھوٹ بولنا پڑتا ہے، پولیس کو جھوٹے اور ٹاؤٹ قسم کے گواہ تیار کرنے پڑتے ہیں۔ وکلاء کو جھوٹے بیانات سکھانے پڑتے ہیں، اس کے نتیجے میں ہماری عدالتیں (اگر بنظر انصاف دیکھا جائے) جھوٹ سننے اور بعض اوقات جھوٹی شہادتوں پر انحصار کرنے پر مجبور ہو جاتی ہیں کیونکہ کوئی حاصل مسل سے باہر جا نہیں سکتا اور مقدمات کی مسلوں میں نہایت چابکدستی سے جھوٹ کا امتزاج کر دیا جاتا ہے، حق کو باطل سے الگ کرنے میں بعض اوقات حاکم کامیاب ہو جاتے ہیں، اور بعض اوقات ناکام رہتے ہیں ایسی صورت حال میں اگر کوئی شخص اس اندیشے میں مبتلا ہے کہ دو گواہ تیار کر کے میرا ہاتھ (ناحق) کٹوا دیا جائے گا۔ تو اس اندیشے کو یکسر نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔ اب دو ہی صورتیں باقی رہ جاتی ہیں ایک تو یہ کہ موجودہ عدالتی نظام کو اس کی تمام الجھنوں، پیچیدگیوں اور نقصانات کے ساتھ برقرار رکھا جائے۔ اگر ایسا کیا جائے تو ہم قیامت تک اپنی منزل مراد یعنی اسلامی نظام تک نہیں پہنچ سکتے اور ہمارا ملک روز بروز اس دلدل میں مزید پھنستا جائے گا۔

دوسری صورت یہ ہے کہ ہم اپنے دین اور قرآن و سنت کے عطا کردہ نظام عدل پر اعتماد کرتے ہوئے اسی کو اپنے معاشرے مین پوری طرح نافذ کرنے کا عزم کریں اور اللہ کی رحمت پر بھروسہ کر کے قدم بڑھا دیں، اور اس دین کا نفاذ کریں جس کے سلسلے میں اللہ تعالیٰ کا حتمی، قطعی اور یقینی وعدہ ہے کہ

والذین جاھدوا فینا لنھدینھم سبلنا۔ (العنکبوت۔ ۲۹/۶۹)

اور جو لوگ ہمارے راستے پر چلنے کی کوشش کریں گے ہم ضرور اپنا راستہ انہیں دکھائیں گے۔

اللہ تعالیٰ کبھی بھی اپنے وعدے کی خلاف ورزی نہیں کرتا' جب اس نے وعدہ کیا ہے تو وہ منزل مقصود پر ضرور پہنچائے گا۔ اس سلسلے میں پہلے قدم نظام عدل کی درستی ہے جو اسلامی قانون شہادت کے بغیر ناممکن ہے۔ اس لئے جھوٹی شہادت سے گریز اور جھوٹی شہادت پر سزا ضروری ہے۔ اگرچہ جھوٹی شہادت دینے والے کے لئے قرآن میں کوئی سزا تجویز نہیں کی گئی ہے۔ البتہ بہت سی احادیث ہیں جن میں ''شاہد زور'' کے لئے سخت وعید اور آخرت کے عذاب کا ذکر ہے' چونکہ امت کے لئے خلفائے راشدین کی سنت بھی قابلِ استناد ہے' اسلئے حضرت عمر فاروقؓ کے عمل کو تعزیر کے طور پر اختیار کیا جاسکتا ہے۔ مصنف ابن ابی شیبہ میں ولید بن ابی مالک سے روایت ہے کہ

ان عمر کتب الی عماله بالشام ان شاهد الزور یضرب اربعین سوطا ویسخم جهه ویخلق رؤسه وطیال حبسه (۱۰)

یہ کہ حضرت عمرؓ نے اپنے شام کے عمال کو فرمان بھیجا کہ جھوٹے گواہوں کو چالیس کوڑے مارے جائیں ان کے چہروں پر کالک لگائی جائے۔ ان کا سر مونڈھ دیا جائے اور انہیں طویل عرصے تک کے لئے قید کیا جائے۔ عبدالرزاق نے اپنے مصنف میں مکحول سے روایت کی ان عمر ضرب شاهد الزور اربعین سوطا" (۱۱)

''یعنی حضرت عمرؓ نے جھوٹے گواہ کو چالیس کوڑے مارے۔''

ان عمر بن الخطاب امر بشاهد الزور ان یسخم وجهه وتلقی عمامته فی عنقه یطاف به فی القبائل (۱۲)

ترجمہ: حضرت عمرؓ نے حکم دیا تھا کہ جھوٹے گواہ کا چہرہ سیاہ کر دیا جائے اس کی پگڑی اس کی گردن میں لپیٹ دی جائے اور اسی حالت میں قبائل میں اسے پھرایا جائے۔''

چنانچہ صاحبین (امام ابو یوسف و امام محمد) کا قول ہے کہ جھوٹے گواہ کو قید اور تعزیر دی جائے جسکی مقدار اور نوعیت کا تعین قاضی اپنی صوابدید سے کرے۔ امام ابو یوسفؒ فرماتے ہیں کہ قاضی پچاس سے ستر کوڑے تک مار سکتا ہے (۱۳)

صاحبین کی دلیل یہ ہے کہ جس وقت حضرت عمرؓ نے جھوٹے گواہ کو یہ سزا دی اس وقت صحابہ کرامؓ کی ایک بڑی جماعت موجود تھی لیکن ان میں سے کسی نے حضرت عمرؓ کا اس فعل پر اعتراض نہیں کیا۔ لہذا اسے صحابہؓ کا اجماع کہا جاسکتا ہے۔

دوسری دلیل یہ ہے کہ صحیح احادیث سے یہ ثابت ہے کہ جھوٹی شہادت دینا اکبر الکبائر ہے' لہذا اگر اکبر الکبائر کیلئے قرآن و سنت میں کوئی حد ذکر نہ ہو تو ''تعزیر'' بہر حال دی جاسکتی ہے' یہی مسلک امام شافعیؒ کا ہے:

واذا ثبت انه شاهد زور ورای الامام تعزیر بالضرب اولحبس او الزجر فعل (۱۴)

اگر یہ ثابت ہو جائے کہ گواہ جھوٹا ہے اور امام خیال کرے کہ اس کی تعزیر جسمانی ضرب یا قید یا تنبیہ کے طور پر

مناسب ہے تو وہ یہ اقدام کرسکتا ہے یہی مسلک امام مالک کا بھی ہے۔

قال مالک یضربه ویطوف به فی المجالس امام مالک (۱۵)

ترجمہ۔ امام مالکؒ نے فرمایا کہ حاکم اسے مارے اور تشہیر کرائے۔

بلکہ امام مالکؒ تو یہ بھی فرماتے ہیں کہ: ولا تقبل له شهادة ابدا وان تاب وحسنت حاله" (۱۶)

امام احمد حنبل کا بھی یہی مسلک ہے: وانما هو مفوض الی رای الحاکم ان رأی ذلک بالجلد جلده وان راه بحبس او کشف راسه واهانته او توبیخه فعل ذلک ولا یزید فی جلده علی عشر جلدات۔ (۱۷)

(جھوٹے گواہ کی تعزیز کا مسئلہ) حاکم کی صوابدید پر چھوڑ دیا جائے وہ مناسب سمجھے تو اسے کوڑے لگائے اگر چاہے تو اس کی پگڑی اتروا کر اس کا سر ننگا کرادے یا اس کی توہین یا تنبیہ کا کوئی طریقہ اختیار کرے البتہ دس کوڑوں سے زیادہ کی سزا نہ دے''

امام ابوحنیفہؒ فرماتے ہیں کہ جھوٹے گواہ کی بازاروں میں تشہیر کرانی چاہیے' اس سے زیادہ کی ضرورت نہیں۔امام صاحب فرماتے ہیں کہ تشہیر کی وہی صورت اختیار کرنی چاہیے جو قاضی شریح اختیار کرتے تھے' یعنی '' قاضی شریح جھوٹی گواہی دینے والے کو عصر کی نماز کے بعد جبکہ بازاروں میں لوگوں کا ہجوم ہوتا' عدالت کے کارندے کے ہمراہ بھیج دیتے اور وہ بازار میں اعلان کرتا کہ قاضی شریح نے تم سب کو سلام کہا ہے اور فرمایا ہے کہ'' یہ شخص جھوٹی گواہی دینے والا ہے اس سے بچو۔اگر وہ شخص بازار سے متعلق نہ ہوتا تو پھر عدالت کے کارندے کے ہمراہ اسے اس کے قبیلے اور محلے میں بھیجتے اور عدالتی کارندہ اسی قسم کا اعلان اس کے قبیلے یا محلے میں کرتا (۱۸)

جھوٹے گواہ کے لئے آئمہ اربعہ اور فقہا کی تجویز کردہ سزائے تعزیر سے بھی شہادت کی اہمیت ثابت ہے۔اس لئے کہ اگر جھوٹے گواہ کو سزا نہ دی جائے تو وہ جھوٹی گواہیاں دیتا رہے گا اور اس طرح قانون شہادت اپنی افادیت کھودے گا اور ظالم اپنی من مانی کرتا پھرے گا اور مظلوم کی آہ بکاہ اور فریاد کی کوئی دادرسی نہ ہوگی' جہاں اللہ اور رسول اللہ ﷺ سچی اور بے لاگ گواہی دینے کی تاکید کرتے ہیں' وہاں جھوٹی اور غلط گواہی کو رد کرنے اور اس پر وعید سنائی گئی ہے' گواہی کی اہمیت و فضیلت پر یہاں چند آیات اور احادیث کا حوالہ دیا گیا ہے ورنہ حقیقت یہ ہے کہ اس عنوان پر بکثرت آیات واحادیث موجود ہیں جن کا خلاصہ یہی ہے کہ گواہی بہت اہم فریضہ ہے اور بھاری ذمہ داری ہے یہ اللہ کی طرف سے بندے کے پاس ایک امانت ہے جیسے کہ ارشاد ربانی ہے:

'' اے مسلمانو! اللہ تمہیں حکم دیتا ہے کہ امانتیں اہل امانت کے سپرد کرو اور جب لوگوں کے درمیان فیصلہ کرو تو عدل کے ساتھ فیصلہ کرو'' (سورۃ النساء ۴ر۱۰۵۔۱۰۶)

گواہی کا چھپانا گناہ ہے اور گواہی کو جھوٹ بنا کر پیش کرنا تو کھلی گمراہی ہے۔

گواہی کی اہمیت وافادیت اس بات سے بھی عیاں ہوتی ہے کہ گواہ کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے یہ تمام مندرجہ بالا احکام نازل فرمائے ہیں کہ وہ گواہی ضرور دے جس کے پاس گواہی موجود ہو۔ گواہی بروقت دے گواہی چھپائے نہیں' سچی گواہی دے اور حق کے مطابق گواہی دے یہ سب گواہ کے ذمہ ہیں پھر یہ کہ جیسا کہ آج کل کا دستور ہے کہ وکیل گواہ کو سکھاتے ہیں وکیل کا یہ کام نہیں ہے کہ اس کے بیان میں رنگ آمیزی کرے حقائق کو بدل ڈالے اپنے دلائل کے مطابق گواہ کا بیان ترتیب دے' اسے وہ باتیں سکھائے جو فی الحقیقت درست نہ ہوں' وکیل کا کام صرف یہ ہے کہ اپنے موکل کو درست قانونی مدد بہم پہنچائے اور نتائج خدا پہ چھوڑے۔

گواہی کی اہمیت کے پیش نظر ہی گواہی کے اہل افراد اور نااہل افراد کی فہرست قرآن وسنت میں ذکر کر دی گئی ہے یہ گواہی کی اہمیت کا بین ثبوت ہے کہ ہر شخص گواہی کا اہل نہیں ہوسکتا بلکہ صرف وہ افراد جو خاص شرائط پر پورے اترتے ہوں' وہ گواہی دینے کے قابل ہیں اور صرف ان ہی کی گواہی قبول ہے۔

(حواشی)

(۱) مسلم بن حجاج' الجامع الصحیح' طبع کراچی' ۱۹۵۶' باب الکبائر ص ۶۳

(۲) صحیح مسلم ۱/۶۴' طبع مطبع انصاری دہلی ک ۱۳۰۹ھ (۳) ابن ماجہ ''سنن''، طبع لکھنو ۱۳۵۱ء ص ۱۷۳

(۵) ابن قدامہ' عبدالرحمٰن بن احمد المقدسی (م ۶۳۰ھ) ''المغنی'' ۱۲/۱۵۴ ۔ ادرات البحوث العلمیۃ' ریاض ۱۴۰۱ھ للطباعۃ والنشر قاہرہ ۱۴۱۰ھ (۶) شرح فتح القدیر ۶/۸۳ (۷) المغنی ۱۲/۱۵۴

(۸) شرح فتح القدیر ۶/۸۳

(۹) النوری' محی الدین بن شرف' المجموع شرح المهذب' دار الفکر سطن ۲/۲۳۲

(۱۰) ابن ہمام' کمال الدین عبدالواحد' (م ۸۶۱ھ) شرح فتح القدیر ۶/۸۳

(۱۱) السرخسی' المبسوط ۱۶/۱۴۵ طبع مصر

(۱۲) عبدالرزاق بن ہمام الصنعانی' المصنف ۸/۳۲۷' طبع بیروت

(۱۳) السرخسی' محمد بن احمد' (م ۱۰۰۹ھ) المبسوط ۱۶/۱۴۶' ادارہ القرآن' کراچی ۱۴۰۷ھ

(۱۴) الشیرازی' ابراہیم بن علی ابواسحاق (م ۴۷۶ھ) المهذب ۲/۳۲۰

(۱۵) امام مالک بن انسؒ: المدونۃ الکبریٰ ۱۳/۲۵۱ ' ۱۳۲۳ھ طبع مصر

(۱۶) نفس المصدر (۱۷) ابن قدامہ' المغنی ۲/۱۵۴ (۱۸) السرخسی' المبسوط ۱۶/۱۴۵